علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ ایم ایڈ ایم اے ایم ایس سی پی ایچ ڈی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

مضمون	:	اقبالیات
سطح	:	ایف اے
کوڈ	:	303
مشق	:	04
سمسٹر	:	بہار 2025ء

1۔ علامہ اقبال کی نثر کا سب سے بڑا سرمایہ کس صنف میں ہے؟

جواب۔ علامہ اقبال کی نثر کا سب سے بڑا سرمایہ مقالہ نویسی میں ہے۔

2۔ علامہ اقبال نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل ایک مضمون تحریر کیا جو ان کا آخری مضمون ہے، اس کا عنوان کیا ہے؟

جواب۔ علامہ اقبال نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل ایک مضمون تحریر کیا جس کا عنوان "پیام مشرق" ہے۔

3۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے بقول اقبال کے اسلوب نثر کی نمایاں ترین خصوصیت کیا ہے؟

جواب۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے بقول اقبال کے اسلوب نثر کی نمایاں ترین خصوصیت اس کی فکری جھنجھلاہٹ ہے۔

4۔ خطبہ عید الفطر'' کے مطابق فطرانہ، زکوۃ اور اصول تقسیم وراثت کا کیا مقصد ہے؟

جواب۔ خطبہ عید الفطر کے مطابق فطرانہ، زکوٰ؟ اور اصول تقسیم وراثت کا مقصد معاشرتی انصاف اور غریبوں کی مدد کرنا ہے۔

5۔ ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے تو تجلی ہے سراپا چشم بینا کے لیے' یہ شعر کس نظم کا ہے؟

جواب۔ یک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لیے تو تجلی ہے سراپا چشم بینا کے لیے" یہ شعر نظم "شکوہ" کا حصہ ہے۔

6۔ چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے' شعر مکمل کیجیے۔

جواب۔ چھپا کر آستین میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے "مکمل شعر یہ ہے" چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے، اب بھی جھکیں گے جو کھڑے ہیں یہ ماہرین حزر میں"

7۔ نظم ''ترانہ ہندی'' اقبال کے کس جذبے کی ترجمانی کرتی ہے؟

جواب۔ نظم "ترانہ ہندی" اقبال کے قوم پرستی کے جذبے کی ترجمانی کرتی ہے۔

8۔ نظم ''ترانہ ہندی'' میں اقبال نے کسے ہندوستان کا قدرتی پاسبان قرار دیا ہے؟

جواب۔ نظم "ترانہ ہندی" میں اقبال نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ہندوستان کا قدرتی پاسبان قرار دیا ہے۔

9۔ نظم "ترانہ ہندی میں باغ اور بلبل سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ نظم "ترانہ ہندی" میں باغ سے مراد ہندوستان کی سرزمین ہے اور بلبل سے مراد اس کے لوگ ہیں۔

10۔ 'اے ارض پاک تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم شعر مکمل کیجیے۔

جواب۔ "اے ارض پاک تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم" مکمل شعر ہے "اے ارض پاک تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم، اے وطن ان کی محبت میں مر مر کے رہیں"

11۔ نظم ترانہ ملی میں مسلم قوم کا پاسبان کسے قرار دیا گیا ہے؟

جواب۔ نظم "ترانہ ملی" میں مسلم قوم کا پاسبان علامہ اقبال خود کو قرار دیتے ہیں۔

12۔ "اے موج جلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو اب تک ہے تیرا ویا افسانہ خواں ہمارا'' اس شعر میں کس واقعے کی طرف اشارہ ہے؟

جواب۔ "اے موج جلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو اب تک ہے تیرا ویا افسانہ خواں ہمارا" اس شعر میں دراصل واقعات کربلا کی طرف اشارہ ہے۔

13۔ 'بانگ درا کسے کہتے ہیں؟

جواب۔ "بانگ درا" اقبال کی شاعری کا ایک معروف مجموعہ ہے جو ان کی شاعری کے ابتدائی دور کی نمائندگی کرتا ہے۔

14۔ اقبال نامہ'' کے مولف کا نام بتائیے۔

0334-5504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

جواب: سید غلام بیگ۔

15۔ میر نیرنگ کون تھے؟

جواب: سید غلام بھیک نیرنگ علامہ اقبال کے پرانے دوستوں میں سے تھے۔

16۔ سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا اس مصرعے میں سالار کاروں اور میر حجاز سے کیا مراد ہے؟

جواب۔ سالار کارواں" سے مراد روحانی رہنما ہے اور "میر حجاز" سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیا گیا ہے۔

17۔ نظم "شکوہ" اقبال کی شاعری کے کس دور سے تعلق رکھتی ہے؟

جواب۔ نظم "شکوہ" اقبال کی شاعری کے اس دور سے تعلق رکھتی ہے جب انہوں نے مذہب اور قومیت کو بام عروج پر پیش کیا۔

18۔ اقبال نے صدائے درد، نیا شوالہ، ترانہ ہندی اور ہندوستانی بچوں کا قومی گیت "ایسی کس جذبے کے تحت لکھیں؟

جواب۔ ۔اقبال نے "صدائے درد"، "نیا شوالہ"، "ترانہ ہندی" اور "ہندوستانی بچوں کا قومی گیت" ایسی قومی وملی جذبے کے تحت لکھیں۔

19 اقبال کی کس نظم نے اپنے عہد کی شاعری کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

جواب۔ اقبال کی نظموں میں اپنے عہد کی شاعری کا عکاسی ملتی ہے جو کہ اصلاح وتجدید کی دعوت دیتا ہے۔

20 نزول قرآن کی سال گرہ کسے کہا گیا ہے؟

جواب۔ بقول علامہ اقبال، "نزول قرآن کی گرا" سے مراد وہ حساس اور تاریخی موقع ہے جب پہلی وحی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غار حرا میں نازل ہوئی۔ اقبال کے خیال میں یہ واقعہ انسانی تاریخ میں ایک زبردست تبدیلی کا آغاز تھا، جس نے نہ صرف عرب کے معاشرے بلکہ پوری دنیا کے لیے ایک نئی ہدایت اور روشنی فراہم کی۔

سوال نمبر 2۔ اقبال کی نثر کی خصوصیات بیان کیجیے۔

جواب:

نثر اقبال کی خصوصیات:

علامہ اقبال کو دنیا شاعرِ مشرق، فلسفی اور حکیم الامت کے نام سے جانتی ہے لیکن اس کا علم کم لوگوں کو ہے کہ اقبال کی پہلی تصنیف کا تعلق نہ شاعری سے ہے اور نہ فلسفے سے بلکہ نثر سے ہے۔ ان کی پہلی کتاب 1903ء میں 'علم الاقتصاد' کے نام سے 216 صفحات پر مشتمل لاہور سے شائع ہوئی جس میں معاشیات کے دقیق اور اہم مسائل کو نہایت واضح اور موثر انداز میں سلجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اردو زبان میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ اقبال نے خود اس کا دعویٰ کیا ہے۔ ''علم اقتصادیات پر اردو میں سب سے پہلے مستند کتاب میں نے لکھی'' (15 اپریل 1917 مکتوب بنام کشن پرشاد شاد)۔ اس کو بیسویں صدی کی علمی نثر کا اعلیٰ نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ چونکہ اس زمانے میں اس طرح کے علمی موضوعات کو اردو میں پیش کرنے کی کوئی باقاعدہ روایت نہیں تھی، اس لیے اس قسم کے علمی موضوعات کو آسان، سادہ اور عام فہم زبان میں پیش کر دینا کسی بڑے کارنامے سے کم نہیں ہے۔ کتاب کا ابتدائی نمونہ نثر ملاحظہ ہو:

''علم الاقتصاد، علم انسانی کے اس خاص حصے کا نام ہے جس کا موضوع دولت ہے اور جس کا مقصد یہ معلوم کرنا ہے کہ دولت کی پیدائش تقسیم، تبادلے اور استعمال کے اصول واسباب وطریق کیا کیا ہیں''۔

'علم الاقتصاد' کے دیباچے میں اقبال نے لکھا ہے:

''یہ کتاب کسی خاص انگریزی کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ اس کے مضامین مختلف، مشہور اور مستند کتب سے اخذ کئے گئے ہیں اور بعض جگہ میں نے اپنی ذاتی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔ مگر صرف اسی صورت میں جہاں مجھے اپنی رائے کی صحت پر پورا اعتقاد تھا''

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اقبال نے فن شعر ہی کو ذریعۂ اظہار نہیں بنایا بلکہ تقریروں، نثری تحریروں اور خطوں کے ذریعے بھی وہ اپنے خیالات ونظریات کا اظہار کرتے رہے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایک اچھے نثر نگار بھی تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''اقبال اگر شاعری نہ کرتے اور نثر ہی لکھتے تو بھی وہ اردو نثر میں مرزا غالب کی مانند ایک خاص دبستان یادگار چھوڑ جاتے۔''

مگر ان کے نثری افکار کے خصوصی مطالعے کی طرف کسی نے خاص توجہ نہیں دی۔ ادھر چند سال ہوئے اقبال کے مکاتیب اور کچھ نایاب تحریروں کے مجموعے سامنے آئے ہیں۔ لیکن جو کام ہونا چاہیے تھا وہ اب بھی باقی ہے۔ علامہ اقبال کے مضامین کو سب سے پہلے حیدرآباد میں تصدق حسین حیدرآبادی نے 'مضامین اقبال' کے نام سے شائع کیا۔ اسی کو بنیاد بنا کر اضافے کے ساتھ سید عبدالواحد معینی نے 'مقالات اقبال' کے نام سے شائع کیا ہے۔ عبدالواحد صاحب نے اس مجموعے میں علامہ کے ان تمام مضامین ومقالات کو یکجا کر دیا ہے جو انھوں نے اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں مختلف رسائل واخبار میں لکھے تھے۔ غرض اس مجموعے میں علامہ کی بیشتر ایسی بکھری ہوئی نثری تحریریں یکجا ہیں جو انھوں نے مختلف موضوعات پر مضامین ومقالات کی صورت میں شائع کروائی تھیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ واحد مجموعہ ہے جس میں علامہ کی بیشتر اہم تحریریں پڑھنے والوں کو یکجا مل جاتی ہیں۔ علامہ کا ایک مضمون 'بچوں کی تعلیم وتربیت' جو اس کتاب میں شامل ہے ایک نمونہ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

پیش کیا جا رہا ہے:

’’بچے میں بڑوں کی مدد کرنے کا مادہ خصوصیت سے زیادہ ہوتا ہے۔ماں ہنستی ہے تو خود بھی ہنس پڑتا ہے۔باپ کوئی لفظ بولے تو اس کی آواز کی نقل اتارے بغیر نہیں رہتا۔ذرا بڑا ہو جاتا ہے اور کچھ باتیں بھی سیکھ جاتا ہے تو اپنے ہمجولیوں کو کہتا ہے!

’’آؤ بھئی!ہم مولوی بنتے ہیں تم شاگرد بنو‘‘۔

کبھی بازار کے دکان داروں کی طرح سودا سلف بیچتا ہے۔کبھی پھر پھر کر اونچی آواز دیتا ہے کہ:

’’چلے آؤ!انار سستے لگا دیئے‘‘۔

اس وقت میں بڑا ضروری ہے کہ استاد اپنی مثال بچے کے سامنے پیش کرے تاکہ اسے اس کے ہر فعل کی نقل کرنے کی تحریک ہو۔

قوت متخیلہ یا واہمہ بھی بچوں میں بڑی نمایاں ہوتی ہے۔شام ہوئی اور لگا ستانے اپنی ماں کو:

’’اماں جان!کوئی کہانی تو کہہ دو!‘‘۔

ماں چڑیا یا کوے کی کہانی سناتی ہے تو خوشی کے مارے لوٹ جاتا ہے۔‘‘

مذکورہ تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی افسانے کا مطالعہ ہو رہا ہے۔اسی طرح ’قومی زندگی‘ میں شرائط زندگی اور ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’یہ بدقسمت قوم حکومت کھو بیٹھی ہے،صنعت کھو بیٹھی ہے،تجارت کھو بیٹھی ہے۔اب وقت کے تقاضوں سے غافل اور افلاس کی تیز تلوار سے مجروح ہو کر ایک بے معنی توکل کا عصا ٹیکے کھڑی ہے۔اور باتیں تو خیر،ابھی تک ان کے مذہبی نزاعوں کا ہی فیصلہ نہیں ہوا۔آئے دن ایک نیا فرقہ پیدا ہوتا ہے جو اپنے آپ کو جنت کا وارث سمجھ کر باقی تمام نوع انسانی کو جہنم کا ایندھن قرار دیتا ہے‘‘۔

آگے مولوی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’مولوی صاحبان کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی شہر میں اتفاق سے دو جمع ہو جائیں،تو حیات مسیح یا آیات ناسخ و منسوخ پر بحث کرنے کے لیے باہمی نامہ و پیام ہوتے ہیں...ہاں مسلمان کافروں کی ایک فہرست ہے کہ اپنے دست خاص سے اس میں روز بروز اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ہاں امرا کی عزلت پسندی کی داستان سب سے نرالی ہے۔خیر سے چار لڑکیاں اور دو لڑکے تو پہلے سے ہیں،ابھی میاں تیسری بیوی کی تلاش میں ہیں اور پہلی دو بیویوں سے پوشیدہ کہیں کہیں پیغام بھیجتے رہتے ہیں۔کبھی گھر جی جوتی بیزار سے فرصت ہوئی تو بازار کی کسی حسن فروش نازنین سے بھی گھڑی بھر کے لیے آنکھ لڑا آئے‘‘۔

سوال نمبر 3 مدیر وطن‘‘ کے نام اقبال کے پہلے خط کا خلاصہ بیان کیجیے۔

جواب۔

ایڈیٹر ’’وطن‘‘ کے نام اقبال کے خطوط میں پائی جانے والی نثری خصوصیات: یہ خطوط اقبال نے ہفت روزہ ’وطن‘ لاہور کے ایڈیٹر مولوی انشاء اللہ خان کو ارسال کیئے اور یہ ’وطن‘ ہی میں شائع ہوئے۔

خط نمبر 1: اپنے پہلے خط تحریر کردہ از عدن مورخہ 12 ستمبر میں اقبال رقم طراز ہیں کہ بعد سلام می آپ سے رخصت ہو کر دہلی پہنچا۔ریلوے اسٹیشن پر خواجہ سید حسن نظامی اور شیخ نذر محمد صاحب اسٹنٹ انسپکٹر مدارس موجود تھے۔کچھ دیر آرام کے بعد حضرت محبوب الٰہی کے مزار پر حاضری دی پھر غالب مرحوم کے مزار پر گیا اس وقت ہمارے ساتھ ایک خوش آواز لڑکا تھا جس کا نام ولایت تھا۔اس نے غالب کی ایک غزل نہایت پرسوز اور پراثر انداز میں سنائی۔جس نے دل پر گہرا اثر کیا۔اس کے بعد شہنشاہ ہمایوں کے مقبرے پر گیا۔دارا شکوہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کی۔ان تمام جگہوں سے ایک کیفیت اور اخلاقی اثر کیا جو ہمیشہ دل پر نقش رہے گا۔

3 ستمبر کی صبح کو دوستوں سے رخصت ہو کر بمبئی روانہ ہوا۔4 ستمبر کو اپنے سفر کی پہلی منزل یعنی بمبئی پہنچا۔وہاں انگلش ہوٹل میں قیام کیا۔اس ہوٹل میں ہر طرح کا آرام ہے یہاں سے ریلوے اسٹیشن اور بندرگاہ نزدیک ہے۔یہ ہوٹل سستا بھی ہے۔اس ہوٹل کا منتظم ایک بوڑھا پارسی ہے اس پارسی کے چہرے پر ایک نورانی کیفیت ہے جس میں میں متاثر ہوا۔لیکن ایک مرتبہ میں نے اس کی بغل میں شراب کی بوتل دیکھ لی جس کے بعد اس کا احترام میرے دل سے جاتا رہا۔اس ہوٹل میں ایک یونانی بھی مقیم تھا۔وہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول سکتا تھا۔وہ چین سے آیا تھا۔وہاں وہ اپنا سامان بیچنا چاہتا تھا اس نے بتایا کہ چینی لوگ غیر ملکی اشیاء نہیں خریدتے میں نے یہ سن کر چینیوں کو آفریں کہا کہ یہ قوم عقلمند ہے۔وہ اپنی صنعتوں کو فروغ دینا چاہتے ہیں چین ایک ابھرتی ہوئی طاقت ہے۔دیگر قومیں اس کی ترقی سے خوفزدہ ہیں۔ہم ہندوستانی اپنی قوم عظمت اور تجارت کی ترقی بحال کرنے کی بجائے آپس میں جھگڑوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ہم لوگ مغربی قوموں کا افکار سے مرغوب ہیں۔اپنی قوم کے تذکرے سے اقبال رنجیدہ اور کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ایک شب کھانے پر ان کی ملاقات دو مہذب آدمیوں سے ہوتی ہے بظاہر وہ اپنے انداز سے فرانسیسی دکھائی دیتے ہیں لیکن کھانے کے بعد وہ میز کے نیچے سے ترکی ٹوپی نکال کر پہن لیتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترک مسلمان ہیں۔

دوسرے روز میں نے خود ان سے گفتگو کی لیکن وہ لوگ نہ تو انگریزی جانتے تھے نہ فارسی۔

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام ،بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی ایف اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبرز پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس ،پروپوزل ،پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ،ایم ایس سی ،ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ،ایف اے ،آئی کام ،آئی اے ،بی اے ،بی کام ،بی ایڈ ،بی ایس ،ایم اے ،ایم ایڈ ،ایم ایس سی ،پی ایچ ڈی ،ایف اے ،اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں یا ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

شعروسخن: آخر ٹوٹی پھوٹی عربی میں باتیں کیں وہ نوجوان ینگ ترک پارٹی سے تعلق رکھتا تھا اور سلطان عبدالحمید کا سخت مخالف تھا۔اس نے اپنے چند شعر سنائے لیکن یہ تمام اشعار عبدالحمید کی مذمت میں تھے ان سے سیاست پر بات ہوئی تو میں نے ان کو مشورہ دیا کہ ترکوں کو انگلستان کی تاریخ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے بادشاہ سے بتدریج سیاسی حقوق حاصل کرنے چاہیں۔ایک روز میں اور وہ ترک جوان بمبئی میں ایک اسلامیہ مدرسہ دیکھنے گئے وہاں طالب علموں سے بات کی تو معلوم ہوا کہ اس کالج کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔مسلمانوں کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے لیکن وہ اپنا تجارتی فائدہ دیکھتے ہیں۔بمبئی شہر کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک ترقی یافتہ شہر ہے۔یہاں بہت بھیڑ ہے اس شہر میں پارسیوں کی آبادی بہت زیادہ ہے لیکن اس قوم کو روپیہ کمانے کے علاوہ کسی اور کام سے دلچسپی نہیں ہے۔چشمہ کا استعمال یہ فیشن کے طور پر کرتے ہیں۔نوروجی اور دادا بھائی کا احترام کرتے ہیں بمبئی کا ہر شخص اردو سمجھ لیتا ہے اور ٹوٹی پھوٹی بول بھی لیتا ہے۔بمبئی کی بندرگاہ کا احوال لکھتے ہیں کہ یہاں سینکڑوں کمپنیوں کے جہاز کھڑے ہوتے ہیں بہت گہما گہمی کا عالم ہوتا ہے طبی معائنے کے بعد اقبال جہاز پر سوار ہو جاتے ہیں۔چار بجے جہاز رخصت ہوا۔جہاز بہت عمدہ تھا اس میں صفائی کا انتظام بہت اچھا تھا۔فرانسیسی افسر نہایت خوش خلق اور پرتکلف ہیں کھانے کا انتظام بھی نہایت قابل تعریف ہے فرانسیسی ملازمین میں سے کوئی انگریزی نہیں جانتا اس لئے غیر فرانسیسیوں کو مشکل پیش آتی ہے۔وہ بتاتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد مسافر بحری مرض میں مبتلا ہو گئے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے میں تندرست رہا حالانکہ میں پہلی مرتبہ بحری سفر کر رہا تھا۔سمندر کا نظارہ دلفریب تھا ہم سفر پادری جو جنوبی ہندوستان سے آیا تھا اور اٹلی جا رہا تھا۔یہ پادری کئی زبانیں جانتا تھا۔روسی زبان روانی سے بولتا تھا لیکن حیرت ہے کہ کونٹ ٹالسائی سے واقف نہ تھا۔جہاز کے سفر سے سمندر کی وسعت دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔یہ وسعت اور پانی کی فراوانی انسان پر باری تعالی کی قوت ظاہر کرتی ہے مغرور انسان بھی اپنے آپ کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے۔صبح کا نظارہ اور طلوع آفتاب بھی انسان کو اللہ کی قدرت ماننے پر مجبور کرتا ہے اقبال لکھتے ہیں کہ عرب کا ساحل نزدیک آ رہا ہے۔میرا دل رسول پاکؐ کی محبت سے لبریز ہو رہا ہے کہ اے عرب کی مقدس سرزمین تو پتھر تھی لیکن ایک یتیم بچے نے تجھے مقدس بنا دیا۔میں اس سرزمین میں دفن ہونا چاہتا ہوں۔جہاں اصحاب رسولؐ اور مؤذن رسولؐ رہتے تھے میں اس زمین کو پیوند ہونا چاہتا ہوں۔

خط نمبر 2: یہ خط علامہ اقبال نے کیمرج سے 25 دسمبر 1905ء میں لکھا۔علامہ اقبال خط میں لکھتے ہیں کہ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ دوسرا خط نہر سویز پر پہنچ کر لکھوں گا لیکن ایسا نہ کر سکا۔آپ کا شکوہ شیخ عبدالقادر صاحب کے ذریعے مجھ تک پہنچا ایک کاغذ جس پر اہم باتوں کے نوٹس لیتا رہا وہ کہیں کھو گیا۔

عدن کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہاں قدیم ایرانی بادشاہوں کے بنائے ہوئے تالاب ہیں جو انجینئرنگ کا حیرت انگیز کرشمہ ہیں۔سویز پر ہمارا جہاز لنگر انداز ہوا تو مسلمان تاجروں کی کثیر تعداد جہاز پر آن موجود ہوئی۔فطری طور پر ان لوگوں کا میلان تجارت کی طرف ہے۔انہیں تجارت ورثے میں ملی ہے انہیں لوگوں کے اجداد تھے جن کے ہاتھوں کبھی یورپ اور ایشیاء کی تجارت تھی سلیمان اعظم ان ہی میں سے ایک شہنشاہ تھا جس کی وسعت تجارت نے یورپی اقوام کو خوفزدہ کر دیا تھا اور انہوں نے ہندوستان کی ایک نئی راہ دریافت کرنے کی ہدایت کی تھی یہاں مصری ہر طرح کی اشیاء فروخت کرتے ہیں پرانی طرز کی اشیاء کو مصر کے کھنڈرات کی نسبت دے کر بیچا جاتا ہے۔ایک مصری نوجوان سے میں نے سگریٹ خریدتے ہوئے اسے بتایا کہ میں مسلمان ہوں تو اس نے ماننے میں تامل کیا۔مجھ سے پوچھا تم ہیٹ کیوں پہنتے ہو حیرت ہوئی کہ یہ شخص ٹوٹی پھوٹی اردو بولتا تھا اس نے میرے مسلمان ہونے پر خوشی کا اظہار کیا اور بھائی چارہ جتایا۔دوسرے لوگوں کو بھی بتایا کہ میں مسلمان ہوں۔انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔کہنے لگا اگر داڑھی منڈی ہو تو اس کو ترکی ٹوپی پہننا چاہیے ورنہ اسلام سے وابستگی کی کیا علامت ہو گی۔مجھے اس کی یہ بات پسند آئی۔میں نے قرآن کی چند آیات تلاوت کی تو وہ سب میرے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور ماشاءاللہ ماشاءاللہ کہنے لگے۔

سفری تجربات اور پختہ خیالی: تھوڑی دیر کے بعد مصری نوجوانوں کا ایک گروہ جہاز پر سوار ہوا ان کے چہرے بہت مانوس لگے وہ علی گڑھ کے طالب علموں کی طرح نظر آتے تھے۔ان میں سے ایک نوجوان بہت خوبصورت عربی بولتا تھا۔اقبال لکھتے ہیں کہ ہمارا جہاز کنال سویز (نہر سویز) میں داخل ہوا یہ نہر فرانسیسی انجینئر کا کارنامہ ہے۔یہ دنیا کے عجائبات میں سے ہے۔یہاں عرب اور افریقہ ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں اور مشرق و مغرب ملتے ہیں۔اس نہر کی وجہ سے مغرب کی تجارت پر بہت گہرا اثر ڈالا اس نہر نے حال کی دنیا کی تہذیب و تمدن کو بھی بہت کچھ دیا ہے۔بعض بعض جگہ پر یہ کنال ایسی تنگ ہے کہ دو جہاز مشکل سے گزر سکتے ہیں اس نہر پر سینکڑوں آدمی ہر وقت کام کرتے رہتے ہیں جب یہ ٹھیک رہتی ہے۔میرے جہاز کے قریب سے ایک مصری جہاز گزرا۔اس پر تمام سپاہی ترکی ٹوپی پہنے ہوئے تھے اور نہایت خوش الحانی سے عربی غزل گا رہے تھے اس نظارے نے علامہ اقبال کے دل پر خاص اثر چھوڑا۔ابھی ہم پورٹ سعید نہ پہنچے تھے کہ ایک بارود سے بھرے جہاز کے پھٹ جانے کی اطلاع ملی۔راستے میں وہ جہاز دیکھا اس پر مال کا بہت نقصان ہوا تھا۔پورٹ سعید پر پہنچ کر مسلمان تاجروں کی دکانیں پھر جہاز پر لگ گئیں اسلامی گورنر کا گھر دیکھا یہاں ہر قوم کے لوگ آباد ہیں سب کے محلے اور ہوٹل جدا جدا ہیں۔یہاں کے ڈاک خانہ گیا تقریباً ملازم مسلمان ہیں اور انگریزی اور عربی خوب بولتے ہیں۔ڈاک بحری جہاز پر واپس آیا تو دو اطالوی مرد وائلن بجا رہے تھے اور ایک نہایت خوبصورت لڑکی رقص کر رہی تھی۔میں اس لڑکی کے حسن سے بہت متاثر ہوا مگر کچھ دیر بعد جب اس نے تھالی لے کر مسافروں سے پیسے مانگنے شروع کئے تو اس کا سارا حسن زائل ہو گیا اس کا بھیک مانگنا نہایت ناگوار لگا۔بحیرہ روم کے ابتدائی حصے میں سمندر کا نظارہ بہت دلچسپ تھا۔طبیعت پر شاعرانہ اثر ڈال رہا تھا یہاں میں نے غزل کے چند اشعار بھی کہے۔راستے میں طوفان کے خطرے کے سبب ہمارے جہاز نے طویل راستہ اختیار کیا۔23 ستمبر کی صبح مارسیلز یعنی فرانس کی بندرگاہ پر پہنچے یہاں کچھ وقت مل گیا تھا اس لئے بندرگاہ کی سیر کی۔مارسیلز کا نوٹرڈام گرجا نہایت اونچی جگہ بنایا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب کو دنیا میں ہمیشہ عظمت حاصل رہی۔مذہب علوم وفنون

03345504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کا محرک بنا۔ مارسیلز سے گاڑی پر سوار ہوئے تو فرانس کی سیر کرنے کا خوب موقع ملا۔ تمام رات گاڑی کا سفر کیا۔ اور دوسری شام لندن پہنچے۔ سٹیشن پر شیخ عبدالقادر صاحب نے مجھے فوراً پہچان لیا۔ دوڑ کر گلے ملے مکان پر پہنچ کر رات بھر آرام کیا اور صبح سے تحصیل علم کا کام شروع کر دیا جس مقصد کے لئے لندن آیا تھا۔

سوال نمبر 4۔ نظم "ترانہ ہندی" اور "ترانہ ملی کا تقابلی جائزہ لیجیے۔ جواب: **نظم "ترانہ ہندی":** علامہ اقبال کی شاعری کا دائرہ انتہائی وسیع ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے ہر بزم و انجمن کو اپنی جانب متوجہ کیا اور بچے، بوڑھے، مرد و عورت، غرض ہر طبقے کو متاثر کیا۔ آج بھی ان کا کلام زبان زدِ خواص و عوام ہے۔ علامہ اقبال اعلیٰ اخلاقی قدروں اور انسانی عظمتوں کے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری کے گوناگوں پہلو ہیں۔ ان متنوع پہلوؤں میں ان کی شاعری کا ایک تابناک پہلو ان کی حب الوطنی ہے۔ علامہ اقبال ایک سچے اور پکے محبّ وطن شاعر تھے۔ وہ مذہبی رواداری کے پُرزور حامی اور ہندوستانی فلاسفروں اور سنتوں کے مدح خواں تھے۔ انھوں نے اپنی شاعری کے شروعاتی دور میں چند بہت ہی متاثر کن اور جذبہ حب الوطنی سے بھرپور نظمیں لکھیں۔ ایسی نظموں میں "ترانہ ہندی" کو نمایاں اہمیت حاصل ہے۔ اور اقبال کی یہ نظم ان کی وطن پرستانہ شاعری کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ اس نظم سے مادرِ وطن سے ان کی شدید محبت کا بہت ہی پرتاثیر اظہار ہوتا ہے:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا

اس نظم میں علامہ اقبال نے مذہبی ہم آہنگی اور قومی اتحاد کا نغمہ یوں گایا ہے۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا

"ترانہ ہندی" کا محرک تو شاعر کا جذبہ حب الوطنی ہے لیکن مرکزی خیال ہندو مسلم اتحاد ہے۔ علامہ اقبال محبّ وطن انسان تھے اور اپنے ملک کو امن و سکون کا گہوارہ دیکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ ہندوستان میں مذہب، تعصب، بغض و عناد کا سبب بن رہا ہے اور یہاں کی دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان مذہبی اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں اسی لیے انہوں نے تلقین کی جب ان دونوں میں سے کسی کا مذہب بھی نفرت نہیں سکھاتا تو پھر وہ ایک دوسرے کی دشمن کیوں بن گئی ہیں۔ انہیں چاہیے کہ ایک دوسرے کا احترام کریں اور مل کر اپنے وطن کی عظمت کے گن گائیں۔

یہی وجہ ہے کہ اقبال کا تصورِ وطنیت اس نظم میں نکھر کر سامنے آیا ہے۔ اقبال اپنے وطن کو سارے جہاں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کی عظمت کے گیت گانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ دیس ہو یا پردیس، سفر ہو یا حضر اپنے وطن کی یاد سینے سے لگائے پھرتے ہیں۔ اس کے پہاڑوں، دریاؤں، ندیوں اور باغوں سے محبت کرتے ہیں اور وہ دریائے گنگا کے پانی کو آریائی قوم کے احسانات یاد دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ ہندوستان ہندوؤں کا ہی وطن نہیں تھا مسلمانوں کا بھی وطن تھا اور انہوں نے اپنے عدل وانصاف، صداقت، رواداری، شجاعت اور رحم دلی سے نہ صرف یہاں کے باشندوں پر صدیوں تک حکومت کی بلکہ دنیا بھر میں اپنے وطن کا نام روشن کیا۔ انگریزوں نے بعد میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنا غلام بنالیا اور پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی حکمت عملی کے تحت دونوں قوموں میں مذہبی اختلافات کا بیج بویا تاکہ وہ ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں اور ان کے اقتدار کو خطرہ لاحق نہ ہو سکے۔ اقبال نے بڑے عمدہ طریقے سے اپنے ہم وطنوں کو انگریزوں کی چال سے آگاہ کیا ہے اور انہیں مذہبی منافرت پھیلانے سے منع کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ملکی اتحاد میں ہی ان کی نجات کا راز پوشیدہ ہے۔

مہاتما گاندھی نے ایک خط میں "ترانہ ہندی" کی تعریف اس طرح کی تھی۔

"جب ان (اقبال) کی مشہور نظم 'ہندوستاں ہمارا' پڑھی تو میرا دل بھر آیا اور یرودا جیل میں تو سینکڑوں بار میں نے اس نظم کو گایا ہوگا۔ اس نظم کے الفاظ مجھے بہت ہی میٹھے لگے اور یہ خط لکھتا ہوں تب بھی وہ نظم میرے کانوں میں گونج رہی ہے"۔

ایک موقع پر مہاتما گاندھی نے "ترانہ ہندی" کی زبان کو ہندوستان کی قومی زبان کا نمونہ قرار دیا تھا وہ لکھتے ہیں:

"کون ایسا ہندوستانی دل ہے جو اقبال کا 'ہندوستاں ہمارا' سن کر دھڑکنے نہیں لگتا اور اگر کوئی ایسا دل ہے تو میں اسے اس کی بدنصیبی سمجھوں گا۔ اقبال کے اس ترانے کی زبان ہندی یا ہندوستانی ہے یا اردو ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ہندوستان کی قومی زبان نہیں ہے"۔

ترانہ ملی کا تعارف: یہ نظم اقبال نے یورپ سے ہندوستان واپس آنے کے بعد 1909 اور 1911ء کی درمیانی مدت میں کسی وقت لکھی۔ یہ عوام میں "قومی ترانہ"، "اقبال کا ترانہ" یا صرف "ترانہ" کے نام سے معروف ہے اور آج بچے بچے کی زبان پر ہے۔ اس پہلے اقبال نے 1904 میں "ترانہ ہندی" نظم لکھی تھی جب وہ وطنیت کے حامی تھے لیکن یورپ سے واپسی کے بعد ان کی "وطنیت پرستی" ارتقائی مراحل طے کر کے "ملت پرستی" میں ڈھل گئی کیونکہ اب وہ اس بات کے قائل ہو چکے تھے کہ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد وطن نہیں بلکہ اسلام ہے۔ اسی لیے انہیں خود "ترانہ ہندی" کے مقابلے میں "ترانہ ملی" لکھنا پڑتا ہے کہ اپنے حقیقی عقیدے کا واضح طور پر اظہار کر سکیں۔ ترانہ ملی علامہ اقبال کی وہ نظم ہے جس میں انہوں نے نسلی قوم پرستی کی بجائے مسلمانوں کو بطور مسلم کے رہنے اور اس پر فخر

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

کے اظہار کی رغبت دلائی ہے۔انھوں نے یہ نظم ''ترانہ ہندی'' والی نظم کے بحر میں لکھی ہے اور اسے اس کے جواب کے طور پر بھی دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اقبال ایسے تمام نظریات کی مخالفت کرتے ہیں جو اسلامی اخوت کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ چونکہ اس قسم کے نظریات میں وطنیت اور جغرافیائی قومیت کے تصورات پیش پیش ہیں اسی لیے اقبال نے ان پر کاری ضرب لگانا ضروری سمجھا۔اقبال اسی لیے اسلام کی حمایت کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں یہی نظام رنگ ونسل کے امتیازات اور قوم و وطن کے تعصّبات کو ختم کرنے میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔''ترانہ ہندی'' اور ''ترانہ ملی'' دونوں نظموں کا موازنہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ان کا خالق جغرافیائی وطنیت کے محدود دائرے سے نکل کر اسلامی قومیت کے وسیع منطقے میں داخل ہو گیا ہے۔''ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا'' کہنے والا شاعر ''مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا'' کہنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔''ترانہ ہندی'' میں وہ صرف ہندوستان کا ذکر کرتا ہے لیکن ''ترانہ ملی'' میں وہ صرف چین وعرب اور ہندوستاں کا ثنا خواں ہے بلکہ پوری دنیا کو اپنا وطن قرار دیتا ہے۔''ترانہ ہندی'' میں وطن کی محبت شاعر کے دل میں بسی ہوئی ہے لیکن ''ترانہ ملی'' میں توحید کی امانت سینے میں لیے ہوئے ہے۔''ترانہ ہندی'' میں وہ ہمالیہ پہاڑ کو اپنا اور اپنے وطن کا محافظ قرار دیتا ہے لیکن ''ترانہ ملی'' میں بیت اللہ اس کا پاسباں ہے۔

''ترانہ ہندی'' میں وہ دریائے گنگا کے کنارے اپنا آبائی کارواں اترتے ہوئے دیکھتا ہے لیکن ''ترانہ ملی'' میں وہ مغرب کی وادیوں، اندلس کے گلستانوں اور دجلہ کے کناروں پر اسلامی تہذیب وتمدن کی شان وشوکت کے جھنڈے لہراتے ہوئے دیکھتا ہے۔اب وہ باغ ہند کا بلبل نہیں رہا بلکہ میر حجاز کا جاں نثار ہے اور ارض پاک کی حرمت پر کٹ مرنے کا اعلان کرتا ہے۔ ''ترانہ ملی'' اقبال کے بدلتے ہوئے رجحانات اور ارتقاء یافتہ تصورات کی سچی تصویر ہے یہاں شاعر کا ملی جذبہ کھل کر سامنے آگیا ہے اب اس کا مرکز نگاہ محض ہندوستان نہیں رہا بلکہ وہ ملک بن گیا ہے جہاں اسلام کے نام لیوا بستے ہیں۔''ترانہ ملی'' میں اقبال نے قومیت سے بین الاقوامیت اور وطن سے پان اسلام ازم یعنی اتحاد عالم اسلامی کی طرف سفر کیا ہے۔یوں یہ نظم ہر مسلمان ملک کا قومی گیت بن جاتی ہے اور اس کے فارسی اور عربی تراجم بڑے مقبول ہوئے۔

اقبال کا تصور ملت: اقبال نے جب یورپ کے تصور وطنیت کا جائزہ لیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ حیثیت ایک سیاسی نظام کے یہ انسانیت کے لیے ایک مہلک نظام ہے اپنے قیام یورپ کے زمانے میں انہوں نے اس نظام کی ہلاکت آفرینی کے مناظر دیکھے تو انہیں خدشہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ تصور ان کے ہم وطنوں بالخصوص مسلمانوں کے دل و دماغ میں بھی سرایت نہ کر جائے چنانچہ انہوں نے ہندوستان واپس پہنچتے ہی اس تصور کے خلاف جہاد شروع کر دیا۔اقبال نے قومیت کے ہر اس تصور کی مخالفت کی جس کی بنیاد رنگ ونسل یا تہذیب وزبان پر تھی۔ان کا خیال تھا کہ وطن کے سیاسی تصور نے قوموں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور مصنوعی حد بندیاں قائم کر کے بنی نوع انسان کا شیرازہ منتشر کر دیا ہے۔مارچ 1938 میں لکھے ہوئے اپنے مضمون ''مسلمان اور جغرافیائی حدود'' میں انہوں نے کھل کر اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔اس مضمون کا وہ اقتباس جس سے ان کے تصور ملت پر روشنی پڑتی ہے وہ فرماتے ہیں میں نظریہ وطنیت کی تردید اس زمانہ سے کر رہا ہوں جبکہ دنیائے اسلام اور ہندوستان میں اس نظریہ کا کچھ ایسا چرچا بھی نہ تھا مجھ کو یورپین تحریروں سے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ یورپ کا ملوکانہ اغراض اس امر کی متقاضی ہیں کہ اسلام کی وحدت دینی پارہ پارہ کرنے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی حربہ نہیں کہ اسلامی ممالک میں فرنگی نظریہ وطنیت کی اشاعت کی جائے چنانچہ ان لوگوں کی یہ تدبیر جنگ عظیم میں کامیاب بھی ہو گئی اور اس کی انتہا یہ ہے کہ ہندوستان میں اب مسلمانوں کے بعض دینی پیشوا بھی اس کے حامی نظر آتے ہیں۔

اقبال وطن پرستی کے اس جذبے جو انسان، انسان میں مصنوعی فرق قائم کرتا ہے۔بت پرستی سے تعبیر کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ انسانی فکر بت تراشنے اور انہیں پوجنے کی بڑی شائق ہے۔جب ایک بت ٹوٹ جاتا ہے تو وہ دوسرا تراش لیتی ہے یہ سلسلہ ماضی میں بھی قائم تھا اور اب تک جاری ہے فرق صرف یہ ہے کہ اب ان بتوں کی شکلیں قدرے بدل گئی ہیں موجودہ دور کے انسان نے وطنیت کا بت تراشا ہے اور بنی نوع انسان کو اس کے آگے سر جھکانے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے۔ اقبال وطن کو بت بنا کر پوجنے کے مخالف ہیں کیونکہ انسان کو اس کے آگے سر جھکانے کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے اقبال وطن کو بت بنا کر پوجنے کے مخالف ہیں کیونکہ وہ اسے اسلام کی عالمگیر روح کے منافی تصور کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ اس لیے بت کو توڑنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں بانگ درا میں شامل ان کی نظم ''وطنیت'' جس کا حوالہ دیا جا چکا ہے بڑی خوبصورتی سے اقبال کے خیالات کی وضاحت کرتی ہے خاص طور پر یہ شعر ان کے موقف کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

اقبال کے خیال میں جس طرح اسلام رنگ ونسل کے امتیازات کے خلاف ہے اسی طرح وہ مسلمان کے لیے کسی خاص خطہ ارض کا پابند ہو کر رہنا پسند نہیں کرتا۔ اسلام کی نظر میں انسان اور اس کی انسانیت کی قدر ہے نہ کہ زمین کے کسی خاص ٹکڑے کی۔یہ درست ہے کہ انسان جس خاک سے جنم لیتا ہے اس سے اس کو محبت ہو جاتی ہے لیکن یہ محبت اتنی نہیں بڑھنی چاہیے کہ اس جذبے سے مغلوب ہو کر بنی نوع انسان کی حق تلفی کی جائے اور بلند پایہ اخلاقی اقدار کو خاک میں ملا دیا جائے۔اقبال نے اپنی کئی نظموں مثلاً ''طلوع اسلام'' میں واضح کیا ہے کہ مسلمان کسی خطۂ ارضی کا پابند نہیں ہوسکتا اس کے لیے ہر ملک، اپنا ملک ہے کیونکہ وہ خدا کا ملک ہے۔انہیں اسباب کی بنا پر اقبال جیسے عظیم شاعر کو، جس کے لیے خاک وطن کا ہر ذرہ دیوتا تھا اور جو ''ہندی ہیں ہم وطن ہے، ہندوستان ہمارا'' کہتے نہیں تھکتا تھا وطنیت کے بارے میں اپنے پرانے مؤقف کو بدلنا پڑا۔حب الوطنی اب بھی ان کے ایمان کا جز تھی اور انہوں نے وطن کی محبت سے سرشار ہو کر اب بھی یہ چاہا کہ ہند

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

Download Free Assignment from solvedassignmentsaiou.com 03345504551

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک، ایف اے، آئی کام، آئی سی ایس، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

اور مسلمان دونوں قوموں میں آبرومندانہ اور منصفانہ بنیادوں پر تصفیہ ہوجائے لیکن ان کی آرزو پوری نہ ہوسکی اس کی وجہ ہندوؤں کا تعصب تھا جو وہ مسلمانوں کو اپنا حریف سمجھ کر ان سے روا رکھتے تھے یورپ سے واپسی کے بعد جہاں اقبال کو مغربی اقوام کی ریشہ دوانیوں کا پتہ چلا کہ کس طرح وہ وطن پرستی کی آڑ میں اپنے سامراجی عزائم کی تکمیل کے لیے ایشیاء اور افریقہ کے ملکوں کو محکوم بنانے پر تلی ہوئی تھیں وہیں انہیں اس بات کا احساس بھی ہوا کہ ہندوستان میں ہندو اس لیے نظریہ وطن کی حمایت اور تبلیغ کرتے ہیں تاکہ اکثریت میں ہونے کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو اپنے جال میں پھانس کر اپنا غلام بنا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ آل انڈیا کانگریس نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے ایسے نیشنلسٹ مسلمان رہنماؤں کو آگے بڑھایا جو متحدہ قومیت کے نظریے کے حامی تھے۔ اقبال کے نزدیک وطنیت کا یہ تصور گمراہ کن اور مسلمانوں کے مفاد کے منافی تھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے وطنیت کی ہر ایسی شق پر کاری ضرب لگائی جو امت مسلمہ کے لیے کسی بھی لحاظ سے خطرے کا باعث بن سکتی تھی چنانچہ "ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا" کہنے والے شاعر کو بالآخر ایک نیا ترانہ لکھنا پڑا جس کا نقطہ آغاز یہ ہے۔

سوال نمبر 5۔ نظم "شکوہ" کے اہم نکات مفصل بیان کیجیے۔

جواب:

مسلمانوں کا عروج وزوال بحوالہ نظم "شکوہ": اقبال نے اس زمانے میں آنکھ کھولی جب ملت اسلامیہ تمام دنیا میں مصائب آلام اور نکبت و فلاکت کا شکار تھی۔ مغربی سامراجی طاقتیں اس ملت کو پارہ پارہ کر کے ہمیشہ کے لئے ملی وحدت سے محروم کرنے کے درپے تھیں۔ یہ عالمگیر پیمانے پر ایک سیاسی کشمکش کا دور تھا۔ مغرب کی تہذیب مشرقی تہذیب کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہندوستان کو سیاسی، معاشی اور فکری اعتبار سے مغرب نے اپنا غلام بنا لیا تھا۔ ایشیاء اور افریقہ کے بیشتر مسلم ممالک یورپی اقوام کی ہوس ملک گیری کا نشانہ بن رہے تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں 1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریز نے ملک پر اپنی سلطنت قائم کر لی اور یہ سلطنت چونکہ اس نے مسلمانوں سے چھینی تھی اس لئے اس نے اپنا اصل حریف مسلمانوں کو سمجھا۔ چنانچہ مسلمانوں پر اس زمانہ میں حکومت کی جانب سے وہ ظلم و ستم ہوئے کہ جن کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ ان کے رہنماؤں کو برسرعام پھانسیاں دی گئیں یا کالے پانی بھیج دیا گیا۔ ان کے شہروں کو تاخت و تاراج کر دیا گیا۔ ان کے لئے سرکاری ملازمت اور تجارت کے دروازے بند کر دیے گئے۔ اور بحیثیت ایک قوم انہیں ذلیل و رسوا کرنے کی ہر تدبیر کی گئی تاکہ آئندہ ہمیشہ کے لئے ان کے ذہن سے حکومت حاصل کرنے کا خواب نکل جائے اور قومی سطح پر کبھی منظم نہ ہوسکیں۔ ان تمام حالات وواقعات جیسے ذہین اور حساس انسان کو شدت سے متاثر کیا ہم ان کی شاعری میں ان سب واقعات کا عکس بہت واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ اقبال نے ان حالات کا گہرے تدبر اور تفکر کے ساتھ مشاہدہ کیا ان حالات کو پیدا کرنے والے اسباب کو نہایت بصیرت کے ساتھ تلاش کیا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچے کہ اس قوم کے افراد جب تک انفرادی اور اجتماعی طور پر عمل اور جدوجہد اور حصول علم کو اپنا شعار نہیں بنائیں گے اس وقت تک ادبار کے بادل ان کے سر سے نہیں ٹلیں گے۔ 'شکوہ' اقبال کی شاعری کے تیسرے دور کی نظم ہے اس وقت تک اقبال کا فکری ارتقاء اپنی پختگی تک پہنچ چکا تھا۔ آپ وطن پرستی کے محدود نظریے سے 'ملت' کے عالمگیر نظریے تک کا سفر طے کر چکے تھے اسی لئے انہوں نے نا صرف اپنی قوم کے زوال کے اسباب بلکہ اقوام اسلام کے زوال کے اسباب کا تجزیہ کر لیا تھا۔ جسے انہوں نے اپنی شاعری میں جابجا پیش کیا اور 'شکوہ' کا موضوع ہی ملت اسلامیہ کے زوال کے اسباب ہے۔ 1905ء سے 1908ء تک اپنے قیام یورپ کے دوران اقبال نے حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ مغربی اقوام کے حالات مزاج اور ان حربوں کا مطالعہ بھی کیا جن کے استعمال سے ان اقوام نے دوسری اقوام خصوصاً اسلامی ممالک پر قبضہ حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اسی پس منظر میں انہیں اپنے ملک کے حالات کو دیکھنے کا موقع ملا۔ انہوں نے مغربی اقوام کو سائنسی ایجادات کے بل بوتے پر زندگی کے ہر میدان میں ترقی کرتے دیکھا۔ مشرق کو کمزور اقوام کے وسائل کو اپنے قبضے میں لینے کے لیے سیاسی، نظریاتی، ہتھکنڈے آزماتے دیکھا۔ اقبال کو محسوس ہوا کہ یورپی اقوام کے جارحانہ وطن پرستی کے نظریے کا شکار مسلمان ممالک بن رہے ہیں۔ ان کے دلوں میں صلیبی جنگوں کا انتقام لینے کا جذبہ بھی موجود تھا چنانچہ انہوں نے ہر طریقے سے مسلم ممالک کے معاشی وسائل پر قبضہ کرنے کی خواہش رکھتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو سازشوں کے جال میں پھنسا کر آپس میں لڑوا دیا اور ایک ایک کر کے ان ممالک پر اپنی گرفت مضبوط کرنا شروع کر دی۔

مسلمانوں کی زوال کے اسباب اور واقعات۔

دوسرے اسلامی ملکوں کے حالات بھی اس زمانہ میں دگرگوں تھے۔ فرانس نے پہلے تیونس اور الجزائر پر قبضہ جما لیا اور بعد میں مراکش پر بھی تسلط قائم کر لیا۔ اٹلی نے 1911ء میں طرابلس پر چڑھائی کر دی۔ انگریزوں نے مہدی سوڈانی کی اسلامی تحریک کو کچل کر مصر اور سوڈان کو ہتھیا لیا۔ ایران روس اور برطانیہ دونوں کی کشمکش کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ترکی کی وسیع سلطنت کے حصے بخرے کر کے قبضہ کرنے کی خاطر روس اور یورپی اقوام سازشوں میں مصروف تھیں۔ مغربی اقوام کی شہ پا کر ریاست ہائے بلقان نے ترکی سے بغاوت کر دی۔ اس جنگ میں ترکوں کو شکست ہوئی لیکن اس کے بعد ترک فوجوں نے اپنے قدم جمالئے اور باغی فوجوں کو شکست دے کر اپنے علاقے واپس لے لئے۔ اس لڑائی کو جنگ بلقان کا نام دیا جاتا ہے۔ طرابلس اور بلقان کی جنگوں میں ہندوستانی مسلمانوں کی ہمدردیاں فطری طور پر مسلمانوں اور ترکوں کے ساتھ تھیں بلکہ انہوں نے مسلمانوں کی مدد بھی کی۔ علامہ اقبال کے دل و دماغ پر ان حالات کا گہرا اثر تھا۔ انہوں نے اس اثر کے تحت

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

اپنی کئی مشہور نظمیں مثلاً فاطمہ بنت عبداللہ، طلوع اسلام، شمع وشاعر وغیرہ لکھیں۔ اقبال جب یورپ سے وطن واپس آئے تو ہندوستان کی سیاسی زندگی میں ایک انتشار پھیلا ہوا تھا۔ 1904ء تا 1909ء کے زمانے میں مسلمانوں نے بھانپ لیا کہ انگریز اور ہندو دونوں مل کر مسلمان کو معاشی، سیاسی اور سماجی طور پر منظّم ہو کر اپنے مذہبی، تمدنی اور معاشی حقوق کے حصول کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ ہندو مسلمانوں کو ترقی کرتا دیکھنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے مسلمانوں سے ہر سطح پر دشمنی نکالنا شروع کر دی۔ اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات پیدا ہونے لگے۔

سیاسی جدوجہد کے آغاز

اقبال نے سیاسی جدوجہد کے آغاز میں چاہا کہ ان دونوں قوموں کے درمیان اتحاد و ہم آہنگی کی فضا پیدا ہو جائے اور متحد ہو کر اپنی آزادی اور حقوق کی جنگ لڑیں۔ ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں کے سلسلے میں انہوں نے اپنی شاعرانہ خدمات سرانجام دیں۔ 'صدائے درد' 'نیا شوالہ، 'ترانہ ہندی' اور ہندوستانی بچوں کا قومی گیت' جیسی نظمیں لکھیں لیکن انہیں قدم قدم پر یہ احساس ہوا کہ ہندو مسلمانوں کے لئے بے حد تعصب رکھتے ہیں وہ مسلمانوں کو نیچا دکھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ ان میں مسلمانوں جیسی رواداری اور مروت کا فقدان تھا۔ دونوں کے معاشی مفادات ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے۔ ان کے درمیان مذہبی، تہذیبی اور ثقافتی طور پر گہری خلیج پائی جاتی تھی جسے پاٹنا ناممکن تھا۔ تمام مسلمان رہنماؤں کی ہندو مسلم اتحاد کی کوششیں اقبال کی کوششوں سمیت رائیگاں ہوئیں۔ اقبال کی اصلاح کی کوششوں کا مرکز صرف مسلمان قوم کو بنانا پڑا۔ اگرچہ پوری انسانیت سے محبت کا ثبوت وہ اپنی شاعری کے ذریعے مرتے دم تک دیتے رہے۔ انہوں نے ہر ملک اور قوم کے عظیم رہنماؤں کو خراج تحسین پیش کیا انسانیت کے لئے کی گئی ان کی ہر کوشش کو سراہا۔ انہوں نے مسلمانوں میں جداگانہ سیاسی حقوق حاصل کرنے کو شعور پیدا کیا لیکن مسلمانوں میں اجتماعی اتحاد کا فقدان تھا۔ وہ معاشی طور پر پسماندہ ہونے کے علاوہ مذہبی و معاشرتی سطح پر فرقہ بندی، ذات برادری اور طبقاتی اونچ نیچ کا شکار تھے۔ اس انتشار بدنظمی میں کسی سیاسی جدوجہد کا کامیاب ہونا ممکن نہیں تھا۔ اقبال عام مسلمانوں کی بے حسی، بے بسی اور غلامانہ ذہنیت کو شدت سے محسوس کرتے تھے۔ لیکن یہ احساس انہیں مایوسی کا شکار نہ کر سکا۔ ان کی رجائیت اور امید نے ان میں کوشش اور مسلسل کوشش کے جذبے کو زندہ رکھا۔ انہوں نے مسلمان قوم کے مردہ دلوں میں روح پھونکنے کے لئے انہیں ماضی کی روشن تاریخ سے روشناس کرایا۔ انہیں باور کرایا کہ تم ایک پست قوم نہیں ہو تمہارا ماضی شان و شوکت والا اور تمہارے اجداد عظیم لوگ تھے۔ تم مایوسی اور احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔ انہوں نے مسلمانوں کو عمل پر اکسایا۔ 'شکوہ' اور 'جواب شکوہ' مسلمانوں کو دعوت عمل دیتی ہوئی دو عظیم نظمیں ہیں۔ یہ مشعل ہیں مسلمانوں کے تاریک دور میں جب دل یاس و ناامیدی کا شکار تھے۔ نہ کوئی راستہ تھا نہ منزل۔ علامہ اقبال نے ان نظموں کے لئے راستہ بھی دکھایا منزل بھی بتائی۔ راستے پر چلنے کی ہمت بھی بندھائی۔ مسلمانوں میں غلامی کی زنجیریں توڑنے کا عزم و حوصلہ پیدا کیا۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی گیس پیپرز، حل شدہ اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔